نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کی حقیقت

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ
سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، حکومتِ پاکستان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نحن اعلم بما یستمعون به اذ یستمعون الیک واذ هم نجوی اذ یقول الظلمون ان تتبعون الا رجلا مسحوراً ○ انظر کیف ضربو الک الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا ○

ترجمہ: ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس غرض سے قرآن کو سنتے ہیں، جب وہ آپ کی طرف کان لگا کر سنتے ہیں اور جب وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں جب ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔ دیکھیے یہ آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کر رہے ہیں، پس وہ ایسے گمراہ ہو گئے کہ اب (صحیح) راستہ پر نہیں آ سکتے۔ (بنی اسرائیل: 48-47)

نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کی تحقیق:

اس آیت میں یہ فرمایا کہ کفار یہ کہتے تھے کہ آپ پر جادو کیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو گمراہی فرمایا ہے جب کہ بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا اور آپ پر کئی دن اس کا اثر رہا اور بظاہر یہ احادیث قرآن مجید کی اس آیت کے معارض اور مخالف ہیں، اس وجہ سے متقدمین اور متاخرین علماء میں یہ اختلاف رہا ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہونا صحیح اور برحق ہے یا غلط اور باطل ہے، ہم پہلے اس حدیث کا ذکر کریں گے اور پھر آپ پر جادو کیے جانے کے متعلق فریقین کے دلائل کا ذکر کریں گے۔

نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کی احادیث:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ کا خیال یہ ہوتا کہ آپ اپنی ازواج کے پاس (ازدواجی عمل کے لیے) گئے ہیں، حالانکہ آپ نہیں گئے تھے، سفیان نے کہا اگر یہ ایسا ہو تو یہ جادو کی زبردست قسم ہے، پس آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں نہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے کچھ سوالات کیے تھے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے جوابات دیئے، میرے پاس دو آدمی آئے، ایک میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی جانب، جو آدمی میرے سر کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا اس شخص کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا اس پر جادو کیا گیا ہے، اس نے پوچھا اس پر کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا لبید بن اعصم نے جو بنو زریق کے قبیلہ سے ہے اور یہود کا حلیف ہے، یہ شخص منافق تھا، اس نے پوچھا کس چیز پر جادو کیا ہے؟ اس نے کہا کنگھی میں اور ان بالوں میں جو کنگھی میں جھڑ جاتے ہیں آپ نے پوچھا وہ کس جگہ ہیں؟ اس نے کہا نر کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں لپیٹ کر ذروان کے کنویں میں ایک پتھر کے نیچے، پھر نبی ﷺ اس کنویں پر گئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو نکال لیا آپ نے فرمایا یہی وہ کنواں ہے جو مجھے (خواب میں) دکھایا گیا تھا اور اس کنویں کا پانی مہندی کے تلچھٹ کی طرح تھا اور اس کے کھجور کے درخت شیطانوں کے سروں کی طرح تھے، پھر جس پر جادو کیا گیا تھا اس کو کنویں سے نکال لیا گیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نے (جادو کا توڑ کرنے کے لیے) کوئی نشرہ (کسی قسم کا منتر) کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء دے دی اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں کسی شخص کو برائی کی ترغیب دوں (جس سے جادو کے توڑ کے لیے منتر کی ترویج ہو)

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۲۶۸، ۵۷۶۳، ۵۷۶۵، ۵۷۶۶، ۶۰۶۳، ۶۳۹۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۱۸۹، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۸۰۳، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۲۵۹، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۴۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۸۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا، حتیٰ کہ ایک دن جب آپ میرے پاس تھے آپ نے بار بار دعا کی، پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں معلوم ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیے تھے، اللہ نے مجھے ان کے جواب دے دیے ہیں، میں نے پوچھا وہ کیا جواب ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سر کی جانب اور دوسرا میرے پیروں کی جانب

بیٹھ گیا، پھر ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے، اس نے پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا لبید بن اعصم یہودی نے جو بنو زریق سے ہے، اس نے پوچھا کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے کہا ایک کنگھی اور اس میں لگے ہوئے بالوں میں نر کھجور کے خوشے کے غلاف میں، اس نے کہا وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ ذی اروان کے کنویں میں ہے۔ پھر نبی ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ اس کنویں کی طرف گئے، آپ نے اس کو دیکھا اس کے پاس کھجور کے درخت تھے، پھر آپ حضرت عائشہ کے پاس آئے اور فرمایا: اللہ کی قسم اس کا پانی مہندی کی تلچھٹ کی طرح ہے، اور گویا کہ اس کے درخت شیطانوں کے سر ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے اس کو نکال لیا؟ آپ نے فرمایا نہیں مجھے اللہ نے اس سے عافیت میں رکھا اور شفا دے دی اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اس فعل سے لوگوں میں شر پھیلے گا اور میں نے اس کنگھی کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ اول الذکر حدیث میں کھجور کے خوشے کو کنویں سے نکالنے کا ذکر ہے اور ثانی الذکر حدیث میں اس کو کنویں سے نکالنے کا ذکر نہیں ہے

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۶۶) یہ حدیث چھ جگہ مذکور ہے۔

نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کے متعلق علماء متقدمین کا نظریہ:

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا ہے بعض مبتدعین نے اس حدیث کا انکار کیا ہے، اور یہ زعم کیا ہے کہ یہ ماننے سے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا آپ کے منصب نبوت میں کمی ہوتی ہے اور آپ کی نبوت میں شک پیدا ہوتا ہے اور احکام شرعیہ پر اعتماد نہیں رہتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ خیال ڈالا جائے کہ آنے والا جبرائیل ہے اور وہ حقیقت میں جبرائیل نہ ہو، یا آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جائے کہ آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور واقع میں آپ کی طرف وحی نہ کی گئی ہو۔ اور یہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے باطل ہے کیونکہ نبی ﷺ اللہ کی طرف سے جو چیز پہنچاتے ہیں اس کے صدق پر معجزہ کی دلالت ہے اور اس میں آپ کا معصوم ہونا دلائل سے ثابت ہے اور ان دلائل کے خلاف کسی چیز کو جائز قرار دینا باطل ہے۔ اور جن کاموں کا تعلق امور دنیا سے ہے، ان کاموں کی وجہ سے آپ کو مبعوث نہیں کیا گیا اور نہ ان کاموں کی وجہ سے آپ کی رسالت کی فضیلت ہے اور وہ ایسے امور ہیں جو اکثر انسانوں کو عارض ہوتے رہتے ہیں تو یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ کی طرف بعض ایسی چیزوں کا خیال ڈالا جائے جن کی واقع میں کوئی حقیقت نہ ہو۔

بعض لوگوں نے کہا اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اپنی ازواج سے عمل ازدواج

کیا ہے، حالانکہ آپ نے یہ عمل نہیں کیا ہوتا تھا، اور کبھی عام لوگوں کی طرف بھی نیند میں اس قسم کا خیال آجاتا ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی تو ہو سکتا ہے کہ بیداری میں نبی ﷺ کے دل میں اس طرح کا کوئی خیال آجاتا ہو اور اس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہو سکتا ہے آپ کو یہ خیال آیا ہو کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے اور آپ نے وہ کام نہ کیا ہو لیکن آپ نے یہ اعتقاد نہ کیا ہو کہ آپ کا تخیل صحیح ہے، آپ کا اعتقاد اور یقین ہمیشہ درست رہتا ہے لہٰذا ملحدین کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے (یہاں تک امام مازری کی عبارت ہے)۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں اس حدیث کی جو تاویل مجھ پر منکشف ہوئی وہ زیادہ ظاہر اور جلی ہے اور ملحدین کے اعتراض سے بہت دور ہے، اور وہ تاویل اسی حدیث سے مستفاد ہے اور یہ ہے کہ یہ حدیث عروہ اور مسیب سے بھی مروی ہے اور اس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر بنو زریق کے یہودیوں نے جادو کیا اور اس کو ایک کنویں میں ڈال دیا حتیٰ کہ (اس کے اثر سے) رسول اللہ ﷺ کی بینائی کمزور ہو گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی اور آپ نے اس کو کنویں سے نکال لیا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۴ رقم الحدیث: ۱۹۷۶۳، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲ مطبوعہ ۱۴۱۸ھ)

ایک اور حدیث میں ہے:

عطا خراسانی یحییٰ بن یعمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک سال تک ان کے پاس نہیں جا سکے، پھر جس وقت آپ سوئے ہوئے تھے آپ کے پاس دو فرشتے آئے، ایک آپ کے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا پیروں کی جانب، پھر ایک نے دوسرے سے کہا (سیدنا) محمد ﷺ پر جادو کیا گیا ہے دوسرے نے کہا ہاں ان پر ابوفلاں نے کنویں میں جادو کیا ہے، پھر جب صبح کو نبی ﷺ اٹھے تو آپ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا سو اس کو کنویں سے نکال لیا گیا۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۴، رقم الحدیث ۱۹۷۶۵، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲)

محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے اور ازواج کے پاس جانے اور کھانے پینے پر قادر نہ ہوئے پھر آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور اسی طرح مکالمہ کیا جس طرح صحیح بخاری میں ہے اور اس کے آخر میں ہے:

پھر جب دو فرشتے چلے گئے تو نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا تم اس کنویں پر جاؤ اس کا پانی مہندی کے رنگ کا ہو گا تم اس میں سے پتھر کے نیچے سے خوشہ نکالنا انہوں نے اس میں سے وہ خوشہ نکالا اس میں گیارہ گرہیں تھیں، اور اس وقت یہ دو سورتیں

نازل ہوئیں قل اعوذ برب الفلق او رقل اعوذ برب الناس رسول اللہ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی حتیٰ کہ ساری گرہیں کھل گئیں اور نبی ﷺ صحت مند ہو گئے اور اپنی ازواج اور کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹، ۱۹۸، مطبوعہ دار صادر، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳-۱۵۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

پس ان روایات سے ظاہر ہو گیا کہ جادو کا اثر آپ کے جسم اور آپ کے ظاہری اعضاء پر ہوا تھا آپ کی عقل سلیم، آپ کے قلب اور آپ کے اعتقاد پر نہیں ہوا تھا اور حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں کہ حتیٰ کہ آپ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ اپنی اہلیہ کے پاس جائیں گے اور آپ ان کے پاس نہیں جاتے تھے اور یہ بھی ہے کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا تھا، ان کا معنی یہ ہے کہ پہلے جو آپ کو ان پر قدرت تھی آپ اسی پر خوش تھے، اور جب آپ ان کے قریب جاتے تو جادو کے اثر سے آپ ان پر قادر نہ ہوتے، اور حضرت عائشہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ آپ کی طرف یہ خیال ڈالا جاتا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جادو کے اثر سے آپ کی نظر میں فرق پڑ گیا تھا، آپ یہ گمان فرماتے کہ آپ نے اپنی ازواج میں سے کسی کو کہیں دیکھا ہے یا کسی اور کو دیکھا ہے یا کسی اور کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ایسا نہیں ہوتا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ جادو سے آپ کی بصارت متاثر ہو گئی تھی، اس سے ظاہر ہوا کہ آپ پر جادو کا کوئی ایسا اثر نہیں ہوا تھا جس سے آپ پر اپنی رسالت میں کوئی اشتباہ یا التباس ہو گیا ہو اور نہ ایسی کوئی بات ہوئی تھی جس کی وجہ سے گمراہوں کے لیے آپ کی رسالت میں کسی اعتراض یا طعن کی گنجائش ہو۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۸۸-۸۶، مطبوعہ دار الوفاء، ۱۴۱۹ھ)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر مالکی القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض کج رووں نے اس حدیث کو نبوت میں طعن کا ذریعہ بنا لیا ہے، انہوں نے کہا جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس نے ایک کام نہ کیا ہو اور اسکا گمان یہ ہو کہ اس نے وہ کام کر لیا ہے اس کے دعویٰ نبوت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض ان کی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے صادر ہوا ہے، کم فہمی یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ جماع کرنے سے پہلے آپ کا خیال یہ ہوتا تھا کہ آپ یہ کام کر لیں گے لیکن جادو کے اثر سے آپ اس عمل پر قادر نہ ہوتے تھے اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں (مثلاً مصنف عبد الرزاق، طبقات ابن سعد) اسکی تصریح ہے۔ اسی طرح آپکا خیال ہوتا تھا کہ آپ

کھا پی سکیں گے لیکن جادو کی وجہ سے جو مرض عارض ہوا تھا اس کی وجہ سے آپ کھانے پینے پر قادر نہیں ہوتے تھے، اور ان احادیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جادو کی وجہ سے آپ کی عقل میں کوئی خلل ہو گیا تھا یا آپ کا کلام خلط ملط ہو گیا تھا، کیونکہ آپ کا صدق معجزہ سے ثابت ہے اور امور تبلیغیہ میں غلطی واقع ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم رکھا ہے، اور معترض کی کم عقلی یہ ہے کہ اس کو نبوت کے احکام اور معجزہ کی دلالت کا علم نہیں ہے، گویا کہ وہ نہیں جانتے کہ انبیاء علیہم السلام بھی بشر ہیں اور ان پر بیماری اور رو، غضب، رنج اور غم، بھوک، نظر لگنا، جادو کیا جانا، اور دیگر تمام عوارض بشریہ کا اسی طرح طاری ہونا ممکن ہے جس طرح یہ عوارض دوسرے لوگوں پر طاری ہوتے ہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام اس چیز سے معصوم ہیں کہ ان پر کوئی ایسی چیز طاری ہو جو معجزہ کی دلالت کے مناقض اور منافی ہو، اللہ تعالیٰ کی معرفت، ان کا صادق ہونا اور امور تبلیغیہ میں کسی غلطی کا واقع نہ ہونا اور اسی معنی کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے:

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی

آپ کہیے کہ میں محض تمہاری مثل بشر ہوں، مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ (الکہف: ۱۱۰)

بشری حیثیت سے آپ پر وہ تمام امور جائز ہیں جو دیگر انسانوں پر جائز ہیں اور نبوت کے خواص کی حیثیت سے آپ عام انسانوں سے ان تمام چیزوں میں ممتاز ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ آپ کی بصر نے نہ کجی کی اور نہ حد سے بڑھی، اور آپ نے جو مشاہدہ کیا اس میں جھوٹ نہیں کہا اور آپ کا قول اللہ کی وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے اور آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے۔

(المفہم ج ۵ ص ۵۷۱-۵۷۰، مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ نے اس حدیث کی شرح میں اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا بلکہ امام مازری کی وہ عبارات نقل کر دی ہیں جو قاضی عیاض نے نقل کی ہیں اور اسکے بعد قاضی عیاض نے اس حدیث کی جو تاویل کی ہے اسکا بھی ذکر کر دیا ہے۔

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ ازواج کے پاس جائیں گے لیکن آپ اس پر قادر نہ ہوتے اور ایک اور روایت میں فرمایا آپ کا خیال ہوتا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے آپ نے وہ کام نہ کیا ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بینائی میں خلل ہو گیا تھا اور آپ کو یہ گمان ہوتا کہ آپ نے اپنی ازواج میں سے کسی کو یا کسی اور شخص کو دیکھا ہے اور واقع میں ایسا نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کی بصر میں کچھ قصور ہو گیا تھا، یہ جنون نہیں تھی کہ آپ کی بصر کے علاوہ کسی اور عضو میں کچھ کمی ہو گئی تھی کیونکہ

جادو کے اثر سے آپ کی رسالت میں کوئی خلل نہیں ہو سکتا تھا اور اس میں گمراہوں کے لیے نبوت میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۵ھ)

ان تمام توجیہات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا جیسا کہ دوسرے انسانوں پر ہوتا ہے اور جادو کی تاثیر سے آپ کی مردی قوت جاتی رہی تھی یا آپ کی نظر میں فتور ہو گیا تھا (العیاذ باللہ) غرض جادو کی تاثیر سے آپ کے ظاہری اعضاء کی کارکردگی میں فرق آ گیا تھا لیکن آپ کی عقل میں اور آپ کے کلام کے صدق میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا اور معجزہ کی دلالت اور نبوت اور رسالت کا تعلق آپ کی عقل اور آپ کے کلام کے صدق سے ہے لہٰذا ان احادیث سے آپ کی وحی اور رسالت پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کے متعلق متاخرین کا نظریہ:

متاخرین میں سے علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی امام مازری کی تاویل اور توجیہ کو اختیار کیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح اور مسلم کی روایات کی تائید اور توثیق کی ہے۔

(روح المعانی جز ۳۰ ص ۵۰۶-۵۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۷ھ)

مفتی احمد یار خان متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤسا یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا تو اور تیری لڑکیاں جادو گری میں یکتا ہیں حضور پر جادو کر۔ لبید نے حضور کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کر لیے اور موم کا ایک پتلا بنایا اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں، ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں، یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھ کر، بیر اروان میں پانی کے نیچے ایک پتھر کے نیچے دبا دیا، اس کا حضور کے خیال شریف میں یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول ہو گئی، چھ ماہ تک اثر رہا، پھر جبرائیل امین یہ دونوں سورتیں، سورۂ فلق و ناس لائے، جن میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور کو اس جادو کی خبر دی، حضرت علی مرتضیٰ کو اس کنویں پر بھیجا گیا آپ نے جادو کا یہ سامان پانی کی تہ سے نکالا، حضور نے یہ سورتیں پڑھیں، ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی، تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور کو شفا ہو گئی، اس سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ جادو اور اس کی تاثیر حق ہے، دوسرے یہ کہ نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہوتا ہے، جیسے تلوار، تیر اور نیزے کا، یہ اثر خلاف نبوت نہیں، موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر فیل ہوئے کیونکہ وہاں جادو سے معجزہ کا مقابلہ تھا، بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے خیال پر بھی اس جادو نے اثر کیا۔

(نور العرفان حاشیہ قرآن ص ۹۶، مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات، تفسیر سورۂ فلق)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

کسی نبی اور پیغمبر پر جادو کا اثر ہو جانا ایسا ہی ممکن ہے جیسا بیماری کا اثر ہو جانا اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے۔ جیسے ان کو زخم لگ سکتا ہے، بخار اور درد ہو سکتا ہے ایسے ہی جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ بھی خاص اسباب طبعیہ جنات وغیرہ کے اثر سے ہوتا ہے اور حدیث میں ثابت بھی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر سحر کا اثر ہو گیا تھا، آخری آیت میں کفار نے جو آپ کو مسحور کہا اور قرآن نے اس کی تردید کی اس کا حاصل وہ ہے جس کی طرف خلاصہ تفسیر میں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ ان کی مراد در حقیقت مسحور کہنے سے مجنون کہنا تھا اس کی تردید قرآن نے فرمائی ہے اس لیے حدیث سحر اس کے خلاف اور متعارض نہیں ہے۔

(معارف القرآن ج ۵ ص ۴۹۱-۴۹۰ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، اکتوبر ۱۹۹۱ء)

بعض حنفیہ میں اور متاخرین علماء نے ان روایات کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نبی پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔

نبی ﷺ پر جادو کے اثر کا انکار کرنے والے علماء:

امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ نبی ﷺ پر بھی جادو کا عمل کیا گیا اور آپ پر جادو ہوا حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا، اور ایک یہودی عورت نے کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں اور کنگھی کے دندانوں میں اور کنگھی میں لگے ہوئے بالوں میں عمل کیا تھا حتیٰ کہ آپ کے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے بتایا کہ آپ پر ایک عورت نے کنگھی میں جادو کیا ہے جو راعوفہ کنویں کے نیچے ہے، اس کنگھی کو نکال لیا گیا اور آپ سے جادو کا اثر جاتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اذیقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا (بنی اسرائیل: ۴۷)

ترجمہ: ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔

اور اس قسم کی احادیث ملحدین کی گھڑی ہوئی ہیں، جنہوں نے دین کو کھیل بنا لیا ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو باطل کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اور جادوگروں کے افعال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ایک ہی قسم میں سے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا یفلح الساحر حیث اتی۔ (طٰہٰ: ۶۹) اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ جادوگروں کی تکذیب کرتا ہے اور یہ لوگ جادوگروں کی تصدیق کرتے ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ ایک یہودی عورت نے اپنی جہالت سے یہ کام کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو اور اس سے نبی ﷺ کا قصد کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو کہ جادو کا اجسام میں اثر ہوتا ہے تو نبی ﷺ پر بھی اثر ہوگا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جادو کی جگہ پر مطلع فرما دیا اور اس عورت کی جہالت اور اس کے کرتوتوں کو اور اس کی توقعات کو ظاہر فرما دیا تاکہ یہ واقعہ آپ کی نبوت کے دلائل سے ہو جائے اور ایسا نہیں ہوا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو، اور اس سے آپ کو ضرور پہنچا ہو، اور کسی راوی نے یہ نہیں کہا کہ آپ پر معاملات مشتبہ ہو جاتے تھے ان الفاظ کا حدیث میں اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور معجزات اور جادو میں فرق ہوتا ہے کہ معجزات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا باطن بھی ان کے ظاہر کی طرح ہوتا ہے، اور جادو میں باطن ظاہر کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ باطن میں کسی چالاکی اور شعبدہ بازی پر مبنی ہوتا ہے، اور جادوگر اپنی قوت تخیلہ سے کام لیتا ہے اور انسان کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ جادوگر کی قوت تخیلہ کی کارستانی ہوتی ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

متاخرین سے سید محمد قطب شہید متوفی ۱۳۸۵ھ لکھتے ہیں:

یہ روایات فعل اور قول میں عصمت نبویہ کی اصل کے خلاف ہیں اور جب کہ اعتقاد یہ ہے کہ نبی ﷺ کے افعال میں سے ہر فعل اور آپ کے اقوال میں سے ہر قول سنت اور شریعت ہے اور یہ روایات اس اعتقاد کے خلاف ہیں اسی طرح یہ روایات قرآن مجید کی نفی اور تکذیب کرتی ہیں کیونکہ قرآن مجید نے کفار کے اس قول کو باطل قرار دیا ہے کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا ہے اور اس کو ظلم اور گمراہی فرمایا ہے اور ان روایات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے اس وجہ سے ہم ان روایات کو مستبعد سمجھتے ہیں اور اخبار احاد کا عقائد میں اعتبار نہیں کیا جاتا، عقائد میں صرف قرآن عظیم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور احادیث متواترہ کی طرف، اور عقائد اور اصول میں احادیث کی قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواترہ ہوں اور یہ روایات متواتر نہیں ہیں، نیز ان روایات کے مطابق یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہے اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور یہ ایک اور وجہ ہے جو ان روایات کی بنیاد کو کمزور کرتی ہے۔

(فی ظلال القرآن ج ۳۰ ص ۲۹۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ)

امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ ان روایات کے متعلق لکھتے ہیں:

معتزلہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کا کئی وجوہ سے انکار کیا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی۔ (طٰہٰ: ۶۹)

جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں یہ فرماتا ہے:

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (الفرقان: ۸)

اور ظالموں نے کہا تم لوگ تو صرف جادو کیے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو۔

اور اگر نبی ﷺ پر جادو کا اثر ہو جاتا تو کفار کے اس قول کی مذمت نہ کی جاتی کہ آپ پر جادو کیا ہوا ہے۔

(۳) اگر جادو سے یہ کام ممکن ہوتا تو پھر معجزہ جادو سے ممتاز نہ ہوتا، پھر انہوں نے کہا یہ دلائل قطعیہ ہیں اور جن روایات کا تم نے ذکر کیا ہے وہ سب اخبار احاد ہیں جو ان دلائل قطعیہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۶۲۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ)

تفسیر کبیر میں امام رازی کا طریقہ ہے کہ جہاں ان کو معتزلہ کے دلائل سے اختلاف ہوتا ہے وہاں ان کے دلائل کا جواب دیتے ہیں لیکن یہاں انہوں نے ان کے دلائل کا جواب ذکر نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ امام رازی ان دلائل سے متفق ہیں اور ان کا بھی یہی نظریہ ہے کہ آپ پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔

نبی کریم ﷺ پر جادو کیے جانے کے متعلق راقم کا نظریہ:

ہمارے نزدیک حسب ذیل وجوہ سے نبی کریم ﷺ پر جادو کیے جانے کی روایات صحیح نہیں ہیں:

(۱) بعض روایات میں ہے کہ جس کنگھی اور جن بالوں پر جادو کیا تھا ان کو کنویں سے نکال لیا گیا تھا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۶۵)

(۲) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اس کو کنویں سے نہیں نکالا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۶۶)

(۳) بعض روایات میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے، حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۶۵)

(۴) بعض احادیث میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی نظر متاثر ہو گئی تھی اور آپ دیکھتے کچھ تھے اور آپ کو نظر کچھ آتا تھا۔ (طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲)

(۵) بعض احادیث میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی مردانہ قوت متاثر ہو گئی، یحییٰ بن یعمر کی روایت میں ہے آپ ایک سال تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے رکے رہے حتیٰ مقاربت نہیں کر سکے۔

(العیاذ باللہ) (مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۱۹۷۶۵)

(۶) بعض احادیث میں ہے کہ کنویں سے جب شگوفہ نکالا گیا تو اس میں گیارہ گرہیں تھیں اس وقت آپ پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوگئیں، آپ ان میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور گرہیں کھلتی جاتی تھیں۔ (طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۳، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

ایک تعارض تو یہ ہے کہ اور کسی روایت میں ان آیتوں سے گرہیں کھلنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور دوسرا قوی اعتراض یہ ہے کہ ان کذابین کو یہ خیال نہیں رہا کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور ان سورتوں کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔

جس حدیث کا متن اتنی وجوہ سے مضطرب ہو اس سے احکام میں بھی استدلال کرنا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ اس سے عقائد میں استدلال کیا جائے۔

جو خبر واحد صحیح ہو وہ بھی قرآن مجید کے مزاحم نہیں ہو سکتی، جب کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے حدیث صحیح وہ ہوتی ہے جو غیر معلل ہو اور یہ حدیث معلل ہے نیز یہ حدیث منصب نبوت کے منافی ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ جادو کے اثر سے جماع پر قادر نہ ہوئے اور ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے اور نامرد ہونا ایسی بیماری ہے جو لوگوں میں معیوب سمجھی جاتی ہے، نیز اس میں مذکور ہے کہ آپ کی نظر میں فرق آگیا تھا اور بھینگا ہونا لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے اور نامردی اور بھینگے پن سے لوگ عار محسوس کرتے ہیں اور نبی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لوگوں میں معیوب اور باعث عار سمجھی جاتی ہو اور لوگوں کو اس بیماری سے گھن آتی ہو۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط یہ ہیں: اس کی عقل کامل ہو، اس کی رائے قوی ہو وہ ان چیزوں سے سلامت ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں مثلاً اس کے آباء و اجداد زنا نہ کرتے ہیں اور انکے سلسلہ نسب میں مائیں بدکار نہ ہوں اور وہ ایسی بیماریوں سے محفوظ ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں مثلاً برص اور جذام وغیرہ اور کم تر پیشوں سے اور ہر اس چیز سے جو مروت اور حکمت بعثت میں مخل ہو۔

(شرح المقاصد ج ۵ ص ۶۱، مطبوعہ منشورات الرضی ایران، ۱۴۰۹ھ)

علامہ محمد بن احمد السفارینی متوفی ۱۱۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نبی ہر اس چیز سے سلامت ہو جس سے لوگ متنفر ہوں جیسے ماں باپ کی بدکاری اور ایسے عیوب جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں جیسے برص اور جذام وغیرہ۔

(لوامع الانوار ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۱۱ھ)

اس پر قرآن مجید کی یہ آیتیں دلیل ہیں:

وانهم عندنا لمن المصطفين الاخيار (ص: ۴۷)

ترجمہ: بیشک وہ سب (نبی) ہمارے نزدیک پسندیدہ اور بہترین لوگ ہیں۔

ان الله اصطفى ادم ونوحا وال ابراهيم وال عمران على العلمين ٥ (آل عمران: ۳۳)

ترجمہ: بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام لوگوں سے پسندیدہ بنایا۔

اور جس شخص کو ایسی بیماری ہو جائے جس سے ایک سال تک وہ اپنی ازواج سے مقاربت نہ کر سکے اور جس کو بھینگا نظر آئے وہ تمام لوگوں سے پسندیدہ نہیں ہو سکتا، سو اس قسم کی وضعی روایت سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی بنیاد ہی منہدم کر دیتی ہیں۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا تو جادوگر آپ کو نقصان پہنچانے میں اور آپ کے حواس اور قویٰ معطل کرنے میں کامیاب ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

ولا يفلح الساحر حيث اتى. (طٰہٰ: ۶۹)

ترجمہ: اور جادوگر کہیں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اور اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

ان عبادي ليس لك عليهم سلطن الا من اتبعك من الغوين. (الحجر: ۴۲)

ترجمہ: بے شک میرے (مقبول) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا سوا ان کے جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گے۔

یہ درست ہے کہ یہ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں پیوست ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں ان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے، یہ احادیث اضطراب اور تعارض سے قطع نظر معلل ہیں ان میں متعدد علل خفیہ قادحہ ہیں جن میں مخالف قرآن اور منافی عظمت رسول ہونا سب سے زیادہ نمایاں ہے، ہمارے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ ہم ایک سال یا چھ ماہ تک رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کے بجائے یہ مان لیں کہ اس حدیث کی صحت میں امام بخاری سے چوک ہو گئی، اور اس حدیث میں امام بخاری اور مسلم صحت حدیث میں اپنے مقرر کردہ معیار کو برقرار نہیں رکھ سکے، ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث رواج

صحیح نہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو عباس اور حضور بھی کندھے پر پتھر رکھ کر لا رہے تھے عباس نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھے پر رکھ دیا تا کہ پتھر کندھے میں نہ چبھے۔ آپ بے لباس ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور ہوش میں آ کر فرمایا میرا تہبند، میرا تہبند، یہ اعلان نبوت سے پانچ سال کا واقعہ ہے اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی، ہم نے اس جگہ بھی لکھا تھا یہ حدیث معلل ہے اور درایۃً صحیح نہیں ہے، کسی عمر کے بچے کے متعلق تو یہ بات متصور ہو سکتی ہے کہ اپنا تہبند کندھے پر رکھ لے، لیکن ۳۵ سال کے مرد کے لیے یہ قرین قیاس نہیں ہے اور اس عمر میں رسول اللہ ﷺ کا بے لباس ہو جانا ہمارے نزدیک لائق قبول نہیں ہے اور یہ ناموس رسالت کے منافی ہے اور ہر ایسی حدیث لائق قبول نہیں ہے۔ اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ تاویل یہ ہو سکتی ہے جو علامہ ابو بکر جصاص نے کی ہے کہ یہودیوں نے اپنے منصوبہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ پر جادو کرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبہ کو ناکام کر دیا اور آپ پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا اور جن احادیث میں یہ جملے مذکور ہیں کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ میں نے یہ بات کہہ دی ہے حالانکہ آپ نے نہیں کہی تھی یا آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے یہ کام کر لیا ہے اور آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا اسی طرح اور دوسری خرافات بیان کی ہیں یہ سب کسی بے دین راوی کا اضافہ ہے اور حضرت ام المومنین پر بہتان ہے، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اور اس سال رسول اللہ ﷺ نے تبلیغی، تعلیمی اور فتوحات کے اعتبار سے بہت مصروف سال گزارا ہے اگر جادو کے اثر سے آپ کے حواس اور قویٰ ایک سال تک معطل رہے ہوتے تو اس سال یہ تمام کام کس طرح انجام دیے جا سکتے تھے، حدیث کی صحت کی تحقیق کرنے میں امام بخاری اور امام مسلم کی شخصیت مسلم ہے لیکن وہ بہر حال انسان ہیں نبی یا فرشتے نہیں ہیں یہ ہو سکتا ہے کہ راویوں کی چھان پھٹک میں بعض اوقات ان سے کوئی سہو ہو گیا ہو، اور کسی ایک آدھ جگہ سہو ہو جانے سے ان کی عظمت اور مہارت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

.........................☆☆.........................

آسمان کے برجوں کا بیان اور رجم شیاطین کی تحقیق

سر سید احمد خانؒ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

ولقد جعلنا فی السماء بروجا و زینھا للنظرین وحفظنھا من کل شیطن رجیم الا من استرق السمع فاتبعہ شھاب مبین۔

یعنی اور بیشک ہم نے پیدا کیے ہیں آسمانوں میں برج ان کو خوش نما کیا ہے دیکھنے والوں کے لیے اور ہم نے ان کو محفوظ رکھا ہے ہر ایک شیطان راندے گئے سے۔ مگر جس نے چرایا سننے کو یعنی کوئی بات معلوم کر لی تو پیچھے پڑتا ہے اس کو شعلہ روشن۔

بروج صیغہ جمع کا ہے اور برج اسکا واحد ہے۔ برج کے معنی اس شے کے ہیں جو ظاہر اور اپنے ہم شکل چیزوں سے ممتاز ہو عمارت کا وہ حصہ جو ایک خاص صورت پر بنایا جاتا ہے گو وہ جزو اس عمارت کا ہوتا ہے مگر عمارت کے اور جزوں سے ممتاز اور نمایاں ہوتا ہے اس کو برج کہتے ہیں۔

اھل ھیئت نے جب ستاروں پر غور کی اور ان کو دیکھا کہ کچھ ستارے ایسی طرح پر متصل واقع ہوئے ہیں کہ باوجود کہ وہ اوروں سے بڑے اور اوروں سے کچھ زیادہ روشن نہیں ہیں مگر ایک خاص طرح پر واقع ہونے سے وہ اور سب سے علیحدہ دکھائی دیتے ہیں اور نمایاں ہیں۔ پھر ان کے نمایاں ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ سورج دولابی چال پر چلتا ہوا انہیں معلوم بلکہ حمائلی طور پر چلتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور یہ اس کا چلن انہیں ستاروں کے پیچھے

پیچے معلوم ہوتا ہے اس وجہ سے وہ ستارے اور ستاروں سے زیادہ ممتاز و نمایاں ہو گئے۔

اس کے بعد اہل ہیئت نے دیکھا کہ اس طرح پر اور ایسے موقع سے جو اوروں سے ممتاز ہوں متعدد مجمعے ستاروں کے واقع ہیں مگر ان میں بارہ مجمعوں کو اسطرح پایا کہ وہ ایسی ترتیب سے واقع ہیں کہ اگر ان سب پر ایک دائرہ فرض کیا جائے تو کرہ پر دائرہ عظیمہ ہوگا۔ پھر ان کو سورج بھی اس طرح پر چلتا ہوا دکھائی دیا اور اسی طرح پر سورج کے چلنے سے اختلاف فصول ان کو تحقق ہوا ۔پس انہوں نے ان ستاروں کے بارہ مجمعوں کی تعداد کے موافق آسمان کے بارہ مساوی حصے فرض کیے اور ہر ایک حصہ ان ستاروں کے ایک ایک مجمعے کے لیے قرار دیا اور ہر حصہ کا نام برج رکھا کیوں کہ اپنے ستاروں کے خاص مجمع سے وہ علیحدہ ممتاز اور نمایاں تھا۔

اس کے بعد اہل ہیئت نے چاہا کہ ہر ایک برج کے جدے جدے نام رکھے جائیں تاکہ اس نام سے اس حصے اور ستاروں کے مجمع کو بتا سکیں انہوں نے خیال کیا کہ اگر ان ستاروں کے مجمع میں سے جو ستارے کناروں پر واقع ہیں اگر ان کو خطوط سے ملا ہوا فرض کریں تو کیا صورت پیدا ہوتی ہے اس طرح خیال کرنے سے کسی کی صورت انسان کی بن گئی کسی کی کسی جانور کی وغیرہ وغیرہ اس لیے انہی ناموں سے انھوں نے اس حصے کو اور اس مجمع ستاروں کو موسوم کیا اور انکے یہ نام قرار دیے:

حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

غالباً یہ تفتیش اولاً مصریوں نے کی ہوگی جن کا آسمان ہمیشہ ابر وغیرہ سے صاف رہتا تھا اور ہمیشہ ان کو ستاروں کے دیکھنے کا اور ان کو پہچاننے کا بخوبی موقع ملتا تھا۔ مگر یہ نام اور یہ تقسیم تمام قوموں میں اور بہت قدیم زمانہ کے عرب جاہلیت میں عام ہو گئے تھے اور آسمان کے اس حصہ کو برج سے اور سکے کل حصوں کو جو تعداد میں بارہ تھے بروج سے نامزد کرتے تھے اسی کی نسبت خدا نے فرمایا

ولقد جعلنا فی السماء بروجا وزیناها للناظرین۔

مفسرین نے بروجا کی تفسیر قصورا سے لی ہے بلاشبہ بیان کا قصور ہے خدا نے [illegible] برج کہا ہے جس کو اہل عرب بلکہ تمام قومیں بروج سمجھتی تھیں اور نہایت نادانی ہے اگر ان بروج کی [illegible] میں سورہ نساء کی یہ آیت پیش کی جاوے کہ۔ اینما تکونوا یدرککم

الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة اس کے بعد کی آیت یہ ہے کہ او حفظنا ها من کل شیطان رجیم۔

اس آیت کے تو یہ معنی ہیں کہ ہم نے اس کو یعنی آسمان کو یا ان کو یعنی برجوں کو محفوظ رکھا شیطان پھٹکارے گئے سے اور سورہ صافات میں اسی کی مانند ایک آیت ہے کہ۔

انا زینا السماء الدنیا بزینة ن الکواکب وحفظا من کل شیطان مارد

(۳۷۔صافات ۶،۷)

جس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے خوش نما کیا دنیا کے آسمان کو ستاروں کی خوش نمائی سے اور محفوظ کیا ہر شیطان سرکش سے۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے حفظا کو جو سورہ صافات میں ہے مفعول لہ قرار دیا ہے۔ زینا کا اور اس کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ " واسطے حفاظت کے ہر شیطان سرکش سے" جس کا یہ مطلب ہے کہ ستاروں سے آسمان جو محفوظ کیا ہے۔ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے اور ابن عباس کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے اسمیں حفظا کی تفسیر کی ہے کہ "حفظت بالنجوم" یعنی میں نے آسمان کی ستاروں سے اس تفسیر سے بھی حفظا کے پہلے واو عاطفہ ہے اور عطف جملہ کا جملہ پر ہے مگر باوجود موجود ہونے واو کے "حفظا" کو مفعول قرار دینا درحال کہ اس کے ماقبل کوئی مفعول لہ جس پر اس کا عطف ہو سکے نہیں ہے۔ صحیح نہیں ہو سکتا۔ پس صاف بات ہے کہ یہ جملہ علیحدہ ہے اور بقرینہ علیحدہ ہونے جملہ کے حفظا مفعول ہے۔ فعل محذوف حفظا کا۔ پس شاہ ولی اللہ صاحب نے جو فارسی ترجمہ کیا ہے وہ صحیح ہے کہ " ونگاہ داشتیم از ہر شیطان سرکش" مگر انہوں نے اس۔ کہ مفعول کو ظاہر نہیں کیا کہ " کیا نگاہ داشتیم۔ پس اگر اس کا مفعول بنا دیا جائے تو مطلب صاف ہو جاتا ہے ۔یعنی ونگاہ داشتیم آسمان را یا کواکب را مگر جب ہم قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے کریں تو صاف یہ تفسیر ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے سورۃ حجر کی آیت میں صاف فرمایا ہے کہ "وحفظنا ھا" پس سورہ صافات میں جو الفاظ حفظا آئے ہیں ان کی تفسیر اسی کی مطابق یہ ہے کہ وحفظنا ها حفظا من کل شیطان مارد ۔یعنی ہم نے آسمان یا ستاروں کو ہر طرح کی حفاظت میں شیطان سرکش سے محفوظ رکھا ہے۔

سورہ ملک میں جو خدا نے یہ فرمایا کہ " وزینا السماء الدنیا بمصابیح وجعلنا ها رجوما للشیاطین "۔ رجوما کے معنی مارنے یا پتھر مارنے کے اور شیاطین سے جن یا اور کو

ئی وجود غیر مرئی سمجھ کر رجماً بالغیب بات کہنی ہے صاف بات یہ ہے کہ شیاطین شیاطین الانس مراد ہیں اور رجوماً سے ان شیاطین کا رجماً بالغیب یعنی ان کی اٹکل پچو باتیں بتانا مراد ہے چناں چہ مفسرین نے بھی کہا ہے کہ شیاطین سے مراد شیاطین الانس ہیں جو کہتے تھے کہ ہم کو آسمانی چیزیں مل جاتی ہیں اور ستاروں کے حساب سے ان کو سعود و نحس ٹھہرا کر پیشین گوئی کرتے تھے۔

تفسیر کبیر میں بھی اسی کے مطابق ایک قول نقل کیا ہے کہ:

رجوما للشياطين اى انا جعلنا ها ظنونا ورجوما للغيب لشياطين الانس وهم الاحكاميون من المنجمين۔

(تفسیر کبیر متعلق سورۃ الملک صفحہ ۳۲۰)

یعنی ہم نے آسمان کے ستاروں کو ایک ظن اور غیب کی اٹکل پچو بات کہنے کو آدمیوں کے شیطانوں کے لیے بنایا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو نجوم سے احکام بتاتے ہیں۔

پس خداتعالیٰ کے اس کلام "وحفظنا ها من كل شيطان رجيم وحفظا من كل شيطان مارد" کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آسمان کے برجوں کو یا آسمان کے ستاروں کو شیاطین الانس سے محفوظ رکھا ہے اور اسی لیے وہ ان سے کوئی سچی یا سچی پیشین گوئی حاصل نہیں کر سکتے بجز ظن اور رجماً للغیب کے۔

یہ اعتقاد جو کفار عرب کا تھا کہ:

لا يسمعون الى الملاء الاعلى ويقذفون من كل جانب دحورا ولهم عذاب واصب الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب۔(۳۷صفات ۸،۹،۱۰)

یعنی جن آسمان پر جا کر ملاء اعلیٰ کی باتیں سن آتے ہیں۔ اور کاہنوں کو خبر کر دیتے ہیں اس کی نفی خدا نے سورہ صافات میں فرمائی ہے جہاں کہا ہے کہ نہیں سن سکتے ہیں ملاء اعلیٰ کو اور ڈالا جاتا ہے ان پر شہاب ہر طرف سے۔ مردود ہونے کو مگر جس نے اُچک لینا اسکے پیچھے پڑتا ہے شہاب روشن اور اس صورت میں فرمایا ہے الا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبين۔ یعنی ہم نے محفوظ کیا ہے آسمان کے برجوں کو ہر ایک شیطان رجیم سے مگر جو چرا وے سننے کو پھر پیچھے پڑتا ہے اس کے شہاب روشن۔ اس آیت کے مطلب میں اور سورہ صافات کی آیت کے مطلب میں کچھ

فرق نہیں ہے سورہ صافات میں آیا ہے خطف الخطفۃ یعنی اُچک لیا۔ اُچک لینا اور یہ نہیں بتایا کہ کیا اچکا اس سے سمع کا اچک لینا تو نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس کی نفی کی گئی ہے۔ نہایت شدت سے سمع کا سین اور میم کو مشدد کر کے پس کسی اور امر کا اچک لینا سوائے سمع کے مراد ہے

مگر سورہ حجر میں استراق سمع بیان کیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس جگہ لفظ سمع کا کفار کے خیال کی مناسبت سے بولا گیا ہے نہ حقیقی معنوں میں اس کو یوں سمجھنا چاہیے کہ مثلاً لوگ کسی کی نسبت کہیں کہ فلاں شخص بادشاہ کے دربار کی باتیں سن سن کر لوگوں کو بتا دیا کرتا ہے اسکے جواب میں کہا جاوے کہ نہیں وہ بادشاہ کے دربار کب تک پہنچ سکتا ہے یوں ہی ادھر ادھر سے کوئی بات اڑا لیتا ہے یا سن لیتا ہے تو اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ شخص در حقیقت درباری باتیں سن لیتا ہے اسی طرح ان دونوں آیتوں میں الفاظ خطف الخطفۃ اور استراق السمع کے واقع ہوئے ہیں جو کسی طرح واقعی سننے پر دلالت نہیں کرتے خصوصاً ایسی حالت میں کہ سمع سے بتاکید نفی آئی ہے بات یہ ہے کہ کفار پیشین گوئی کرنے کے دو حیلے کرتے تھے ایک یہ کہ جن ملاء اعلیٰ کی باتوں کو سن کر ان کی خبر کر دیتے ہیں دوسرے ستاروں کی حرکت اور ہبوط عروج اور منازل بروج اور کواکب کے سعود و نحس ہونے احکام دیتے تھے وہ سب غلط اور جھوٹ تھے مگر بعض سچ بھی ہوتے تھے مثلاً کسوف و خسوف کی پیشین گوئی یا کواکب کے اقتران اور ہبوط و عروج کی پیشین گوئی اسی امر کو جو در حقیقت ایک حسابی امر مطابق علم ہیئت کے ہے خداتعالیٰ نے دو جگہ ایک جگہ بلفظ استراق السمع اور دوسری جگہ بلفظ خطف الخطفۃ سے تعبیر کیا ہے اور اسی کے ساتھ فاتبعہ شہاب ثاقب سے اس سے زیادہ کی پیشین گوئی کو معدوم کر دیا ہے۔

فاتبعہ شہاب مبین۔ شہاب کے معنی ہیں شعلۂ آتش کے اور اس انگارے کو جو بھڑکتا ہوا ہو اس کو خدا نے شہاب مبین سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ سورہ نحل میں بیان ہوا ہے۔

شہاب یا شہاب ثاقب یا شہاب مبین کا اس آتشی شعلہ پر اطلاق ہوتا ہے جو کائنات الجو میں اسباب طبعی سے پیدا ہوتا ہے اور جو کسی جہت میں دور تک چلا جاتا ہے اور جس کو اردو زبان میں تارہ ٹوٹنا بولتے ہیں۔

اب یہ بات دیکھنی چاہیے کہ عرب جاہلیت میں تاروں کے ٹوٹنے سے یعنی جبکہ کائنات الجو میں کثرت سے شہاب ظاہر ہوتے تھے تو ان سے کیا فال لیتے تھے یا کس بات کی

پیشین گوئی کرتے تھے کچھ شبہ نہیں کہ وہ اسے بدفالی اور کسی حادثہ عظیم کے واقع ہونے کا یقین ہونے کا یقین کرتے تھے جس طرح کہ تطیر سے بدفالی سمجھتے تھے۔

تفسیر کبیر میں زھری سے روایت لکھی ہے کہ چند آدمی رسول خدا کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک تارہ ٹوٹا آنحضرت نے پوچھا کہ تم زمانہ جاہلیت میں اسکی کیا کہتے تھے انہوں نے کہا کہ ہم کہتے ہیں کہ کوئی بڑا شخص مرجاوے گا یا حادثہ عظیم پیدا ہوگا۔ غرض کہ اسکو زمانہ جاہلیت میں فال بد یا شگون بد سمجھتے تھے اس زمانہ کے لوگ کثرت سے تاروں کے ٹوٹنے کو شگون بد سمجھتے ہیں اس شیاطین الانس کے اعتقاد کی ناکامی کو ان کے کسی شگون بد سے تعبیر کرنے کے لیے خدا نے فرمایا کہ فاتبعہ شہاب ثاقب جو نہایت ہی فصیح استعارہ ہے منجمین کے وبال کے بیان کرنے کو اور جس کا مقصود یہ ہے کہ فاتبعهم الشوم والخسران والحرمان فيما اطلوا۔

سورہ جن میں انا لمسنا السماء کا لفظ ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مس سے اشارہ طلب کیا جاتا ہے اور یہ قول منجمین کا ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ہم نے ڈھونڈھا آسمان کو اس کو پایا بھرا ہوا حفاظ یعنی موانع شدید اور شہب یعنی وبال سے جن کے سبب ہم اپنے مقصد کو حاصل نہیں کرسکتے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم ملاء اعلیٰ کی باتوں کے سننے یعنی دریافت کرنے کو بیٹھتے تھے مگر اب قرآن سننے کے بعد اس کے لیے جو کوئی سنے یعنی دریافت کرنا چاہے ہم اس کے لیے شہاب یعنی وبال متعین پاتے ہیں پس ان تمام امور کو بجنبہ مظنونہ اور مزعومہ سے منسوب کرنا جن کا وجود بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں ہے کس قدر بے اٹکل اور رجما بالغیب بات ہے۔ فتدبر۔۔۔۔

☆☆

ایڈز .... دورِ جدید کا عظیم انسانی المیہ

محمد عارف خان ساقی
استاد شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اسے شرف و بزرگی سے اور کرامت سے سرفراز فرمایا ہے[1] انسانی حرمت و تقدس کا خود رب ذوالجلال کو پاس ہے اور پاس رکھنے والوں کو وہ محبوب رکھتا ہے۔ دوسری طرف طاغوتی طاقتیں انسان کو حیوانیت کی سطح تک گرادینے اور اس کی عظمت و تقدس کو پامال کرنے کے لئے اس کو بے راہ روی کا عادی بنانے پر اپنا زور اور تمام تر توانائیاں صرف کر رہی ہیں۔ مگر بھلے سے ان کے پاس منطقی دلیلوں کے انبار ہوں، آئینی، قانونی، سماجی اور مذہبی اداروں سے سند جواز بھی حاصل کر چکے ہوں، مگر من حیث القوم اس گھناؤنی حرکت کو قبول کرنے اور رائج کردینے کا انجام بخیر نہیں ہوسکتا۔ کبھی ایسے موقعوں پر خدا کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آجاتی ہے اور ان سرکشوں کا سر کچل ڈالتی ہے۔ فی زمانہ ایڈز وہی بے آواز لاٹھی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کیا جرم تھا جس نے اب کی بار خدا کی اس لاٹھی کو متحرک کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "جنسی بے راہ روی"۔ اہل مغرب، جب کلیسا سے آزاد ہوئے تو گویا ہر چیز سے آزاد ہو گئے۔ مادر پدر آزاد۔ جنسی معاملات میں آزاد، ہم جنس پرستی میں آزاد۔ یہی نہیں بلکہ عریانیت ان کے یہاں ایک قیمتی صنعت کا درجہ حاصل کر گئی۔ یہیں پیدا ہوئی پھلی پھولی اور پھر یہ بھی آزاد ہو کر ملکوں ملکوں پھری۔ اور نوخیز بچوں کو اس نے قبل از وقت بالغ ہی نہیں جنس پرستی کی طرف راغب بھی کر دیا۔ گلوبلائزیشن ورک کی جادوکاریاں اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و الله يريد ان يتوب عليكم قف و يريد الذين يتبعون الشهوات ان تميلوا ميلا عظيما (۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور شہوت کے رسیا چاہتے ہیں کہ تم اسی شہوت کے

ہی ہو کے رہ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ ڈھیل ضرور دیتا ہے مگر جب پکڑ کرنے پر آتا ہے تو پناہ بھی کہیں نہیں ملتی۔ اس کا ارشاد ہے:

إن بطش ربك لشديد (۳)

ترجمہ: یقیناً تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

پچھلی امتیں تو اس پکڑ سے خوب واقف تھیں۔ ان کا اجتماعی معاشرتی ضمیر جب بھی حدود اللہ سے تجاوز کرنے پر آمادہ ہوا، جب بھی ان کے دماغوں میں رشد و ہدایت کے الہامی ضابطوں سے بیزاری کا سودا سمایا، شرف انسانی کے خلاف بہیمانہ جرائم کو جب بھی انہوں نے قومی شناخت بنایا، یہ لاٹھی حرکت میں آگئی۔ پھر سارے کس بل نکل جاتے یا صفحۂ ہستی سے ہی نابود ہو جاتے۔ طاعون کی وبا بھی سابقہ امتوں پر عذاب بن کر مسلط ہوتی رہی۔ حدیث شریف میں ہے:

قال رسول اللہ ﷺ ان هذا الطاعون رجز سلط على من كان قبلكم (۴)

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلے لوگوں پر مسلط کیا گیا تھا۔

اسی کی دہائی میں اللہ کی یہ بے آواز لاٹھی ایک بار پھر حرکت میں آئی اور دنیا بھر میں اس کی دھمک محسوس کی گئی۔ اب کی بار ایچ آئی وی یا ایڈز کی صورت میں یہ لاٹھی حرکت میں ہے۔ نیشنل ایڈز کنٹرول پروگرام، اسلام آباد، کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں:

ایچ آئی وی کا مطلب ہے: ''انسانی قوت مدافعت میں کمی کا وائرس'' یہ ایک ایسا وائرس ہے جو جسم کے مدافعتی نظام پر حملہ کرتا ہے۔ ایک عرصے کے بعد ایچ آئی وی جسم کو اس حد تک کمزور کر دیتا ہے کہ معمولی بیماری کے خلاف بھی مدافعت کی سکت نہیں رہتی۔ اور آخر کار متاثرہ شخص میں بیماری کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کیفیت کو ''ایڈز'' کہتے ہیں۔ ایڈز کا مطلب ہے ''مدافعتی نظام میں کمی کی علامات'' جب کوئی شخص ایڈز کا شکار ہو جائے تو کوئی بھی بیماری اس پر آسانی سے حملہ آور ہو کر موت کا سبب بن سکتی ہے۔ (۵)

اب تک کروڑوں کی تعداد میں لوگ اس لاٹھی کی زد میں آ کر لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔ ان گنت افراد اس سے متاثر ہیں۔ جبکہ روزانہ کم و بیش ہزاروں افراد اس کی زد میں آ کر گھائل ہونے والوں میں شامل ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ اس قدر موذی اور خطرناک مرض ہے کہ بارہ برس تک متاثرہ شخص کو نہ تو خود کسی طرح اس کے حملے کا ادراک ہو پاتا ہے نہ ہی کسی اور ذریعے سے اس کے متاثرہ ہونے کا پتہ چلایا جا

سکتا ہے۔ یہ اس کی تباہ کاریوں اور ہولناکیوں کی محض ایک ہلکی سی جھلک ہے۔ ورنہ اس کی روک تھام کے لیے سرگرم افراد اور اداروں کے بیان کردہ حقائق اس قدر روح فرسا ہیں کہ گنواتے ہوئے بھی خوف محسوس ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے ہماری عبرت اور نصیحت کی خاطر کئی مقامات پر قوم لوط کی بداعمالیوں اور اس کے ہولناک انجام کا ذکر کیا ہے۔ انفرادی اور خفیہ عمل ہونے کے لحاظ سے تو یہ جرم اور بھی قدیم ہو سکتا ہے مگر دیدہ دلیری کے ساتھ اجتماعی اور اعلانیہ طور پر قوم لوط نے ہی پہلی بار اس جرم کا ارتکاب کیا تھا:

ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العلمين ، انكم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم مسرفون ، وما كان جواب قومه الا ان قالوا اخرجوهم من قريتكم انهم اناس يتطهرون (۶)

ترجمہ: اور یاد کیجئے لوط علیہ السلام کو جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تم شہوت رانی کی ایسی علت میں مبتلا ہو گئے ہو کہ جہاں میں تم سے پہلے کسی اور نے بھی ایسا نہ کیا تھا۔ تم عورتوں کے بجائے مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو یقیناً طور پر تم ساری حدیں پار کر چکے ہو۔ آپ علیہ السلام کی قوم کے پاس کوئی جواب نہ تھا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے ان کو اپنے علاقے سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پارسا بنے پھرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہادی نے ان کو اس بدعملی سے بہت روکا مگر وہ باز نہ آئے۔ اور جب آپ علیہ السلام کی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز آنے پر آمادہ نہ ہوئے تو خدا کی پکڑ میں آگئے:

فلما جاء امرنا جعلنا عاليها سافلها وامطرنا عليها حجارة من سجيل منضود (۷)

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا، ہم نے اس بستی کو ہی تہ و بالا کر دیا اور ان پر کنکریلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔

دنیا کے ہر مہذب ملک اور معاشرے نے ہمیشہ بدکاری اور لواطت کو انسانیت کے خلاف بد ترین اور گھناؤنا جرم ہی تصور کیا ہے۔ دین اسلام کا بھی اپنے ماننے والوں سے یہی تقاضا اور مطالبہ ہے کہ اس قابل نفرت سماجی بیماری اور برائی کے نہ صرف یہ کہ خود قریب نہ جائیں بلکہ اس کے خاتمے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن حکیم نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی اس نوع کی بدعملی کے ہولناک انجام کا بڑا جامع نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ عبرت دلانا مقصود ہے کہ جب

کبھی بھی انسان نے بغاوت و سرکشی کی روش اپنائی اور اس برائی کے فروغ و حمایت پر کمربستہ ہوا تو اس جرم کی پاداش میں قادر مطلق نے اپنے کارخانۂ قدرت میں ڈھلے ہوئے تہ بہ تہ بم برسا کر وہ بستیاں کی بستیاں جاہ و برباد اور تہس نہس کر دیں کہ جہاں اس فعل بد کا بیج بویا گیا تھا۔

زناکاری کو قرآن مجید نے بہت بیہودہ حرکت اور برا راستہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ ط وساء سبیلا (۸)

ترجمہ: زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ بہت بیہودہ حرکت اور برا راستہ ہے۔

جبکہ لواطت اور ہم جنس پرستی اس کے مقابلے میں بھی بدر جہا بری اور بیہودہ حرکت اور ایک غیر فطری عمل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار دہرا کر اور زور دے کر فرمایا:

ملعون من عمل عمل قوم لوط (۹)

ترجمہ: ملعون ہے وہ جو قوم لوط والا عمل یعنی ہم جنس پرستی کرے۔

اسلام کے آنے کے بعد مردوں میں ہم جنس پرستی کا پہلا قضیہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ریکارڈ پر آیا۔ حضرت خالد بن ولید، مضافات عرب میں کسی جگہ جہاد میں مصروف تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ اس علاقے میں کوئی ایسا مرد بھی ہے جس کے ساتھ مرد حضرات اسی طرح شادیاں رچاتے ہیں جس طرح عورتوں سے شادی کی جاتی ہے۔ ان علاقوں میں جو نئی فتوحات کے نتیجے میں زیر نگیں آئے تھے، ابھی اسلام کی روشنی پوری طرح نہیں سے پہنچی تھی لہٰذا یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں حکم شرع دریافت کرنے کے لئے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مشورے کے لئے طلب فرمایا اور صحابہ کرام کی مشاورت سے اس گھناؤنی حرکت کی سزا کا تعین ہوا۔ علامہ بیہقی سنن کبریٰ میں روایت کرتے ہیں:

ان خالدا کتب الیٰ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنھما فی خلافتہ یذکر لہ انہ وجد رجلا فی بعض نواحی العرب ینکح کما تنکح المرأۃ وان ابا بکر رضی اللہ عنہ جمع الناس من اصحاب رسول اللہ ﷺ فسألھم عن ذلک. فکان من اشدھم یومئذ قولا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ. قال ان ھذا الذنب لم تعص بہ امۃ من الامم الا امۃ واحدۃ صنع اللہ بھا ما قد علمتم. نریٰ ان تحرقہ بالنار. فاجتمع رای اصحاب رسول اللہ ﷺ علیٰ ان یحرقہ بالنار. فکتب ابو بکر رضی اللہ عنہ الیٰ خالد بن

ولید یأمرہ ان یحرقہ بالنار. (۱۰)

ترجمہ: کہ عہد صدیقی میں حضرت خالد بن ولید نے آپ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ مضافات عرب میں ایک جگہ انہیں ایک ایسا مرد نظر آیا ہے جس سے اسی طرح نکاح کیا جاتا ہے جیسے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اور یہ کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول میں سے کچھ لوگوں کو جمع کیا اور اس معاملے میں رائے دریافت فرمائی۔ اس روز سخت ترین موقف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے کہ امم سابقہ میں سے بس ایک ہی امت نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو معاملہ فرمایا آپ سب کو معلوم ہو چکا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس شخص کو آگ میں جلا ڈالیں۔ دیگر صحابہ کرام نے بھی متفقہ طور پر کہا کہ آپ اسے آگ میں جلا دیں۔ بعد ازیں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو لکھ بھیجا کہ اسے آگ میں جلا دو۔

سنن کبریٰ میں علامہ بیہقی نے ایک اور روایت بھی نقل فرمائی ہے:

قال ابو نضرۃ: سئل ابن عباس ما حد اللوطی؟ قال: ینظر اعلیٰ بناء فی القریۃ فیرمیٰ بہ منکسا ثم یتبع الحجارۃ (۱۱)

ترجمہ: حضرت ابو نضرۃ فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے سوال کیا گیا: لواطت کے مرتکب پر کیا حد جاری ہوگی؟ آپ رضی اللہ عنھما نے فرمایا: بستی میں بلند ترین مقام دیکھا جائے، پھر وہاں سے اس کو اوندھے منہ نیچے گرایا جائے اور پیچھے سے پتھر لڑھکائے جائیں۔

سزا کے عمل میں اس اختلاف پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ان الصحابۃ قد اختلفوا فی موجبہ فمنھم من اوجب التحریق بالنار ومنھم من قال یھدم علیہ الجدار ومنھم من قال ینکس من مکان مرتفع مع اتباع الاحجار. (۱۲)

ترجمہ: کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین اختلاف ہے کہ اس پر کون سی سزا لازم ہوگی۔ کچھ نے آگ میں جلانے کو لازم جانا ہے۔ کچھ کا کہنا ہے کہ اس پر دیوار گرا دی جائے گی۔ اور کچھ کا کہنا ہے کہ بلند ترین مقام سے اسے نیچے گرایا جائے اور پیچھے سے پتھر لڑھکائے جائیں۔

علامہ علاء الدین الحصکفی نے جرم لواطت کی سنگینی پر روشنی ڈالتے ہوئے البحر الرائق کے حوالے سے لکھا ہے:

حرمتھا اشد من الزنا لحرمتھا عقلا وشرعا و طبعا (۱۳)

ترجمہ: فعلی، شرعی اور عقلی ہر اعتبار سے زنا کے مقابلے میں اس کی قباحت شدید تر ہے۔

اس جرم میں ملوث شخص کے بارے میں صاحب فتاویٰ خانیہ فرماتے ہیں:

قال ابو حنیفة رحمه الله : یعزر اشد التعزیر ولا حد علیه . (۱۴)

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لواطت کے مرتکب کو سخت ترین سزا تو دی جائے گی مگر اس کے معاملے میں شرعی حد درست نہیں۔

علامہ علاء الدین الحصکفی نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے:

و عدم الحد عنده لا لخفتها بل للتغلیظ لانه مطهر علی قول. (۱۵)

ترجمہ: امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک لواطت کے مرتکب کے لئے حد شرعی کا درست نہ ہونا اس بنا پر نہیں کہ یہ کوئی معمولی جرم ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ یہ غلیظ تر ہے۔ اس لئے کہ ایک قول کی رو سے "حد" مجرم کو پاک کر دیتی ہے۔

جبکہ بدفعلی کے مرتکب کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ سزا کے بعد بھی وہ گناہ کی اس گندگی سے پاک ہوگا یا نہیں۔ یہ ہے ہم جنس پرستی اور جنسی بے راہ روی کا مکروہ چہرہ جس پر سے اسلام نے دین فطرت ہونے کے ناطے نقاب اتار پھینکی ہے۔ اس طرف سے آنکھیں بند کر کے جنسی لذت کوشی کو اختیار کرنے والوں کو قدرت کی طرف سے آج ایچ آئی وی / ایڈز کا تازیانہ پڑا ہے۔ مگر انہیں تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ بڑی تعداد میں دوسرے لوگ بھی اس کی لپیٹ میں آگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة ج واعلموا ان الله شدید العقاب

(۱۶)

ترجمہ: اور بچو اس فتنے سے جس کی پکڑ صرف انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہوگا، اور دھیان میں رکھو کہ اللہ تعالیٰ بہت سخت پکڑ کرنے والا ہے۔

یہ دنیا دارالمکافات ہے۔ یہاں اچھے اعمال انسانی زندگی پر اثر انداز ہو کر اس میں رونق و رعنائی اور نکھار پیدا کرتے اور بڑھاتے ہیں۔ اسی طرح برے اعمال بھی جلد یا بدیر زندگی پر اپنے نقوش ثبت کر کے ہی دم لیتے ہیں۔ عمل اور رد عمل کا ایک لامتناہی سلسلہ اور دور شروع ہوتا اور چلتا ہی چلا جاتا ہے۔ ایک اچھا عمل جس طرح اپنے جیسی کئی ہی راہیں کھول دیتا ہے اسی طرح ایک برا عمل کئی اور برے در کھول دیتا ہے۔ اچھے کاموں کے نتیجے بھی اچھے ہی نکلتے ہیں اور برے کاموں کا انجام بھی برا ہی ہوتا ہے۔ گویا کچھ ہی دیر میں کمائی ہتھیلی پہ آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره (۱۷)

ترجمہ: تو جس نے ذرہ برابر نیکی بھی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

ہم اس لحاظ سے خاصے بدنصیب ہیں کہ ہمارے دور میں ایڈز جیسا موذی اور مہلک مرض پوری دنیا میں تیزی سے پاؤں پسار رہا ہے۔ ساری دنیا پر اس نے ایک خوف و وحشت طاری کر رکھی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کب اور کس بہانے یہ موذی مرض اس کو آ چپکے گا اور جان لے کے جائے گا۔ خوف آدمی کو نیم جاں کر دیتا ہے۔ ایک جسم کی دفاعی صلاحیت کو سب سے زیادہ نقصان خوف اور پریشان خیالی سے پہنچتا ہے۔ یہ چیزیں انسان کے اعصاب توڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ اندر ہی اندر روئی کی آگ کی طرح وہ ان توانائیوں کو جن پر انسانی صحت و سلامتی کا مدار ہوتا ہے، بھسم کر دیتی ہیں۔ ایک انسانی جسم جب تک نارمل انداز میں کام کرنے کے قابل نہیں ہوتا اندرونی شکست و ریخت کا تدارک اور نئی توانائیوں کی بہم رسانی اس کے لئے ممکن نہیں ہوتی۔ خوف و ہراس اور پریشانیاں اس معاشرے میں زیادہ ہوتی ہیں جہاں ضعیف الاعتقادی کا دور دورہ ہو، جہالت چھائی ہوئی ہو، غربت و افلاس کا راج قائم ہو، جہاں بے اطمینانی، بے یقینی اور مایوسی کی فضا ہو اور اوہام پرستی عام ہو کہ ادھر پتا کھڑکے، ادھر جان نکل جائے۔ انسان کے شرف و بزرگی اور کائنات کے ساتھ اس کے تعلق کے تناظر میں یہ حرکت مضحکہ خیز بھی ہے اور قابل افسوس بھی۔ قادر مطلق پر ایمان رکھنے والے ان چیزوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔

جنگلی درندوں کا ڈر نہ ہوتا تو انسان جنگلوں اور غاروں کو خیرباد نہ کہتا۔ موسموں کی سختیاں اسے مجبور نہ کرتیں تو یہ گھر بناتا نہ کپڑے ایجاد ہی آج اس کی گرہ میں ہوتا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" یہ انہی ضرورتوں کا احسان ہے کہ آج کا انسان اس قدر ترقی یافتہ ہے۔ جدید دنیا نے علم و دانش اور صنعت و ایجاد کے بڑے معرکے سر کئے ہیں اور یہ جنگ ابھی جاری ہے اور جاری ہی رہے گی۔ کئی بیماریاں بھی سرنگوں ہو چکی ہیں اور کئیوں کا تعاقب جاری ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سوائے بڑھاپے (۱۸) کے ہر مرض کی دواء قدرت نے بہم پہنچائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

لکل داء دواء فاذا اصیب دواء الداء برأ باذن الله تعالی (۱۹)

یعنی: ہر بیماری کی دوا موجود ہے، جب بیماری تک اس کی دوا پہنچتی ہے تو اللہ کے حکم سے شفا مل جاتی ہے۔

مگر ایڈز ہنوز لا علاج ہے۔ اس کی کوئی دوا دارو ابھی تک بنی نوع انسان کے ہاتھ نہیں آیا۔ دوسرے ہاتھ پر اس کی تباہ کاریاں اور ہولناکیاں روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں۔ اس کی روک تھام اور اس میں مبتلا مریضوں کی دیکھ بھال کرنے والے اداروں کے مہیا کردہ اعداد و شمار دیکھ کر لرزہ طاری ہو